رکن: انجمن ادبی رسائل پاکستان

ماہنامہ فاران کراچی

جلد نمبر ۱۳ — شمارہ نمبر ۲

ایڈیٹر: ماہر القادری — ماہ مئی سنہ ۱۹۶۱ء

ترتیب

فی پرچہ ۵۰ پیسے — مقام اشاعت:- دفتر فاران کیمبل اسٹریٹ کراچی — سالانہ تین روپے

پرنٹر پبلشر:- مسرور حسین — مطبوعہ:- مطبع سعیدی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ اوّل!

شراب خانے کس قدر صاف ستھرے اور خوشنما ہوتے ہیں۔ قدِ آدم شفاف مجلّا آئینے، سنگِ مرمر کی میزیں، دیدہ زیب گلدان، ملازموں کی سفید و براق وردیاں، جاذبِ نظر پردے اور اُن پر رنگ برنگ کی جھالریں، دیواروں پر خوب صورت مرقعے سنہری فریموں میں آویزاں! جام و مینا رنگین الماریوں میں قرینہ کے ساتھ چنے ہوئے، راکھ جھاڑنے کی طشتری (ASH-TRAY) سے لے کر کاؤنٹر پر رکھے ہوئے رجسٹروں تک ہر چیز میں سلیقہ کی نمود! ——— ایک وہ شخص جو اخلاقی قدروں میں یقین نہیں رکھتا! اس کی نگاہ میں یہ شراب خانے تہذیب و تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں اور ان کا انتظام و اہتمام، سجاوٹ، آرائش اور چمک دمک "ترقی" کے مظاہر ہیں!

——— مگر ———

دوسرا شخص جو معروف و منکر میں امتیاز کرتا اور اخلاقی قدروں پر ایمان رکھتا ہے، اُس کی نگاہ میں شراب خانے فحش و گناہ کے اڈے ہیں، ان کی آرائش اور چمک دمک کھوٹے سکے کا ملمع اور جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے مگر اس تشبیہ کے ذم میں بھی شراب خانوں کی تحسین کا پہلو نکلتا ہے، شراب خانوں کی موزوں تشبیہ "مزبلہ" ہو سکتی ہے، جس کی تہ میں نجاست کے سوا کچھ نہ ہو، اور اس کی اوپری سطح پر کہیں چاندی کے ورق لگا دیئے گئے ہوں اور کسی جگہ ایرانی قالین بچھا دیئے گئے ہوں! مگر اس ظاہری ٹیپ ٹاپ سے مزبلہ کی نجاست کی ماہیت تو نہیں بدل سکتی۔

اسی تمثیل پر آج کی دنیا کی تہذیب، تمدن اور کلچر کا قیاس کیا جا سکتا ہے، وہ چاہے انگلستان و امریکہ کی تہذیب ہو یا چین و روس اور جاپان کا تمدن ہو، یہ سب کے سب نجاست کے ڈھیر ہیں، جن پر رنگ برنگی فرش بچھا دیا گیا ہے! دورِ حاضر کا تمدن اخلاقی قدروں کی کھلی ہوئی تردید ہے۔ اس معصیت پرور ماحول میں جو ترقی بھی ہو رہی ہے، اُس سے انسان کے حاسۂ اخلاق اور جذبۂ شرافت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے بلکہ اس کے (برخلاف سفلی اور ہوسناک جذبات کو غذا مل رہی ہے) آج کا انسان مہر و ماہ پر کمندیں ڈال رہا ہے مگر جہاں تک خود..... اُس کی اپنی سیرت و اخلاق کا تعلق ہے، وہ پست سے پست تر ہوتا چلا جا رہا ہے!

اس خدا ناشناس اور گناہ آلود فضا میں سائنس کی جو بھی ترقیاں اور ایجادیں ہو رہی ہیں وہ اخلاقی قدروں سے غیر متعلق سی ہیں! امریکہ اور روس جو آج کل سائنسی دنیا کے "چودھری" بنے ہوئے ہیں، ان کے یہاں سائنس کے معملوں اور تجربہ گاہوں میں شرابیں پی کر تجربے کئے جاتے ہیں، امریکہ اور روس کے سائنس دان اخلاقی بے راہ روی میں ایک دوسرے کے رفیق، ہمسفر اور شریک کار ہیں!

پھر آج کل جو سائنس کی ایجادات اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہی ہیں، اُن کا قیاس ٹیلیفون اور لاسلکی پر نہیں کرنا چاہیے ان ایجادات

کا مقصد دنیا کو مرعوب کرنا اور اپنا تفوق جتانا ہے! "اسپٹنک" کی ایجاد سے لے کر اب تک جب بھی سائنس کی ایجاد یا کسی نئے تجربہ کا موقعہ آیا ہے تو روس کے خداوندِ مجازی خروشچیف نے ہر بات میں دنیا کو دھمکیاں دی ہیں اور چنگیز و ہلاکو سے بھی زیادہ بڑے بول بولے ہیں۔ آج کی سائنس مکابرت و تفوق اور دنیا کو خوف زدہ اور مرعوب کرنے کا پارٹ انجام دے رہی ہے سائنس دانوں کی نیتیں چاہیں جو کچھ بھی ہوں، مگر جن حکومتوں کی نگرانی اور سرپرستی میں سائنس داں اپنے دل و دماغ کی توانائیوں کی آخری رمق تک خرچ کئے دے رہے ہیں، اُن کی نیتیں خیر و فلاح سے محروم ہیں!

یہ وہ کھلے ہوئے حقائق اور واضح نتائج ہیں، جو سب کو نظر آ رہے ہیں ان حقائق و شواہد کے ہوتے ہوئے ایک مسلمان کی فراست دورِ حاضر کے تمدن و تہذیب کی چمک دمک سے دھوکا نہیں کھا سکتی اور نہ سائنس کی ایجادات اُس پر مرعوبیت اور انفعالیت طاری کر سکتی ہیں۔

سائنس اپنی ذات سے کوئی بُری چیز نہیں ہے، اس کی افادیت اور ضرورت کا کوئی جاہل سے جاہل اور غبی سے غبی آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا، سائنس اور مذہب کے درمیان بھی کوئی ٹکراؤ اور تضاد و اختلاف نہیں ہے، مقصود گذارش یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے تہذیب و تمدن کی بوقلمونی سے مسحور اور سائنس کی ایجادات سے مرعوب ہو کر کوئی مسلمان اسلام کی جدید تعریف کی ضرورت محسوس کرے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں وہ اس طرز پر سوچنے لگے کہ تمدن و تہذیب کی ترقی کا ساتھ دینے کے لئے دین میں ترمیم و اضافہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے ——— تو یہ فکر چاہے اُس کے پیچھے نیک نیتی کے سمندر موجیں لے رہے ہوں، اپنی جگہ نہ تائید کی مستحق ہے اور نہ تحسین و ستائش کی سزاوار ہے۔

جہاں تک "اجتہاد" کا تعلق ہے، اس کا دروازہ یقیناً کھلا ہوا ہے اور ہر وقت کھلا رہنا چاہیئے، جو کوئی اجتہاد کی ضرورت کا منکر ہے، اُس نے دین کی روح کو نہیں پہچانا جو جامد نہیں متحرک ہے، اجتہاد نہ صرف امت کے لئے بلکہ انسانی معاشرے کے لئے بہت بڑی رحمت ہے! اجتہاد کی یقیناً بعض شرائط ہیں، اس کا حق ہر کہ و مہ کو نہیں دیا جا سکتا، اور یہ بھی صحیح ہے کہ اجتہاد کے لئے بڑے احتیاط کی ضرورت ہے، لیکن اس احتیاط کو اس قدر سخت و دشوار اور تنگ نہ بننے دینا چاہیئے کہ زبان سے تو اجتہاد کی اہمیت کا اعتراف کیا جائے لیکن عملاً یہ "عنقا" کی مانند ایک مفروضہ اور موہوم تصور بن کر رہ جائے۔ "اجتہاد" خیالی نہیں، عملی چیز ہے، جس کے برتنے کی تصویب اور عمل میں لانے کی نطقِ رسالت نے حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

مگر

اجتہاد کی ضرورت کے اس اعتراف کے بعد تصویر کا یہ رُخ بھی ہمارے سامنے ہے کہ اجتہاد دین کے حدود کے اندر دین کی قدروں کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے، دین کے حدود کو توڑنے کے لئے نہیں ہوتا، اور یہ اجتہاد فروع میں ہے اصل میں نہیں ہے، عالمِ اسلام کے تمام مجتہدین کا متفقہ اجتہاد بھی [illegible] ایک سجدے اور رمضان کے ایک روزے کو کم نہیں کر سکتا، اور دین میں جس فعل کو ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے، اسے اجتہاد [illegible] پسندیدہ نہیں بنایا جا سکتا، ایسا اجتہاد جس سے دین کی قدریں مجروح ہوں، اجتہاد نہیں فساد ہے! اجتہاد شریعت کے خوب و ناخوب کے معیار کو نہیں بدل سکتا، اور جہاں اس قسم کی جرأت بے جا کی جائے گی، وہاں دین میں فساد و اختلال واقع ہو جا[illegible]

علامہ اقبال نے بڑے پتہ کی اور کام کی بات کہی [illegible] ایک مصرعہ میں ؎

صاحب [illegible] فرصت ہے خطرناک

پوری تاریخ کا ست نکال کر رکھا ہے، طاقت کے اسی نشہ نے یزید، حجاج، ابن ہبیرہ، نیرو، چنگیز، ہلاکو اور ہٹلر کو انسانیت کے لئے عذاب بنا دیا، راون ہو یا نمرود و فرعون یہ سب کی سب اسی قوت و اقتدار کے نشہ کی ماری ہوئی اور مسخ کی ہوئی شخصیتیں ہیں، طاقت کے نشہ نے انھیں اتنا دُھت کر دیا تھا کہ کھلا ہوا ظلم اور صریحاً زیادتیاں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ تخت و تاج کے جائز تقاضوں کو وہ پورا کر رہے ہیں، یہ طاقت ہی کا نشہ تھا جس نے جلال الدین اکبر جیسے جاہل شخص کو اپنی ذات کے بارے میں نبوت بلکہ الوہیت کے فریب میں مُبتلا کر دیا تھا!

طاقت کے نشہ کے کئی رُخ ہیں اور یہ سب کے سب مکروہ و تاریک ہیں یہ کہ صاحب اقتدار خود کو "مالکِ رقابِ اُمم" سمجھتا ہے، رعایا کا مال غصب کیا جاتا ہے، اُن کی عورتوں کی آبرو لوٹی جاتی ہے، داعیانِ حق کی تشہیر کی جاتی ہے، ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کی گردنیں ماری جاتی ہیں، اور انسانی جان مٹی کے سکورے سے بھی زیادہ بے حیثیت اور کم قیمت سمجھی جاتی ہے

یہ داستان بڑی ہی دردانگیز اور المناک ہے، مگر اس سے زیادہ المناک اور دردانگیز نشہ طاقت کی وہ خطرناکی ہے، جو تجدد و اصلاح کے رُوپ میں نمایاں ہوتی ہے، طاقت کا یہ نشہ جسموں کو نہیں انسانی رُوحوں اور ضمیروں کو ہلاک کرتا اور ان کے دین و ایمان پر شب خون مارتا ہے، مغلیہ شہنشاہ اکبر کا ابھی ابھی اوپر ذکر آچکا ہے، یہ جہل مرکب کا پتلا طاقت کے اس نشہ میں دُھت تھا کہ وہ رعایا کے جان و مال ہی کا نہیں اُن کے دین و ایمان کا بھی مالک ہے اور اسے دین میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا حق حاصل ہے! اُس کم بخت کے دربار میں اللہ تعالیٰ کے دین کا مذاق اڑایا جاتا تھا، اور شریعت کی کھلی ہوئی توہین ہوتی تھی، اکبر کے مصاحبوں نے اور حاشیہ نشینوں نے اپنی دنیا بنانے کے لئے اکبر کی ہر لغویت پر آمنّا وصدّقنا کہا، اور اس طرح اپنے دین و ایمان کو برباد کر لیا۔

صاحبانِ اقتدار کے بگاڑنے میں ان کے درباریوں اور ندیموں کا بھی بڑا ہاتھ ہوتا ہے یہ پیٹ کے بندے اور نفس کے پجاری مزاجِ شاہانہ کے تیور دیکھ کر نقل و حرکت کرتے ہیں، اور اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لئے نہ صرف یہ کہ اُن کی لغو باتوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں بلکہ اُن کو برائی پر اُبھارتے اور طرح طرح کی باتیں سُجھاتے رہتے ہیں، یہ درباری لوگ بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے اردگرد ایسا حصار قائم کر دیتے ہیں کہ کسی حق پسند کو دربار میں بار پانے کا موقعہ ہی میسر نہیں آسکتا، اور دربار سے باہر چاہے کتنی ہی بے چینی و اضطراب ہو، یہ "جی حضوری" اپنے آقاؤں کو یہی باور کراتے رہتے ہیں کہ حضور کے اقبال سے راوی چین ہی چین لکھتا ہے، طاقت میں ایک تو فطری طور پر نشہ ہوتا ہے، پھر اُس نشہ کو صاحبانِ طاقت و اقتدار کے حاشیہ نشین اور مصاحب دو آتشہ نہیں صد آتشہ بنا دیتے ہیں۔

نشہ طاقت ہی خطرناک!

طاقت حاصل ہونے کے بعد کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ دین ہو سیاست ہو، سائنس ہو، فلسفہ ہو اور ادب ہو، غرض علم و فن کی ہر صنف میں دخل دینے اور اپنی رائے ظاہر کرنے کا نہ صرف اُسے حق حاصل ہو گیا ہے بلکہ تمام علوم و فنون اُس کی فکر و رائے کے حلقہ بگوش بن کر رہ گئے ہیں تو یہ غلط فہمی اور خوش اندیشی "تجدید و اصلاح" کے رنگ برنگے روپ دھارتی ہے اور اس کے نتیجے میں عجیب عجیب بے اعتدالیاں سرزد ہوتی ہیں اور اصلاح و ترقی کے نام پر طرح طرح کے [illegible]ات ابھر آتے ہیں، نہ تو تاج میں یہ کرامت ہے کہ اُس کے سر پر رکھتے ہی کوئی ابجد شناس علامہ دہر بن جائے اور نہ تختِ حکومت [illegible] ہی معجزہ ظہور میں آیا کرتا ہے، کہ جہاں اُس پر کوئی بیٹھا، اور تمام علوم و فنون اُس پر روشن ہو گئے۔

مصطفٰے کمال پاشا کی مثال ہمارے سامنے ہے، یہ شخص کوئی شک نہیں فنِ حرب میں ید طولٰی رکھتا تھا۔ اُس کے سیرت نگار مسٹر آرمسٹرانگ نے تو اُسے "بھورا بھیڑیا" (GREY WOLF) کے خطاب سے یاد کیا ہے، مگر حقیقت میں وہ شیر نیستاں تھا جس کی للکار اور دھاڑ سن کر بڑے بڑے سورماؤں کا پتہ پانی ہوتا تھا، ترکی کے سلاطین کی غفلت نے کچھ ایسے حالات پیدا کر دیے کہ کمال پاشا کو انقلاب لانے کا موقعہ مل گیا اور حکومت کی باگ ڈور اُس کے ہاتھوں میں آگئی!

ہماری گفتگو کا یہ موضوع نہیں ہے کہ خلافت ختم کر دینے سے مسلمانوں کے اتحاد و مرکزیت پر کیا عالم گزر گیا، اور نہ اس بحث کو ہم یہاں چھیڑنا چاہتے ہیں کہ ترکی جسے "مردِ بیمار" کہا جاتا تھا، اُسے کمال پاشا نے کس طرح توانائی بخشی؟؟ بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کمال پاشا کو ترکی سے اور ترکوں سے محبت تھی اور وہ اُنکے فلاح و بہبود اور ترقی و اصلاح کے معاملہ میں نیک نیت اور مخلص تھا۔

مگر

ملکوں کی ترقی اور قوموں کی اصلاح و تعمیر میں صرف نیک نیتی اور اخلاص سے کام نہیں چلتا ان اوصاف کے ساتھ فکر و رائے کی اصابت خوش تدبیری اور حکمت و فراست کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص نیک نیتی کے ساتھ زہر کو شربت جان کر کسی کو پلا دے، تو نیک نیتی اور اخلاص کھڑے دیکھتے رہیں گے اور وہ آدمی ہلاک ہو جائے گا۔

کمال پاشا کی زندگی ایک آزاد منش اور اسلامی اخلاق سے بے قید فوجی افسر کی زندگی تھی، یورپ کے کلب گھروں رقص خانوں اور عام سوسائٹی میں جو کچھ ہوتا ہے کمال پاشا بھی ان میں مبتلا تھا، اور یہ باتیں اُس کے محبوب مشاغل تھے، وہاں منکرات کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ ان میں اسے کوئی برائی ہی نظر نہ آتی تھی، یہی سبب تھا کہ ترکی میں انقلاب لانے کے بعد، جب زمام حکومت اُس کے ہاتھ میں آئی، تو اُس نے ان برائیوں پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں لگائی! یہ تمام بُرائیاں نہ صرف یہ کہ بدستور چلتی رہیں بلکہ اُن میں اور اضافہ ہو گیا۔۔۔۔۔!!!

کمال پاشا نے اپنی دانست میں اسی کو بہتر سمجھا کہ سائنس اور صنعت کی ترقی کے ساتھ تمدن و تہذیب اور اخلاقیات میں بھی ترکی کو مغرب کی سطح پر لے آئے، لہٰذا اُس نے ترکوں کو مغربی تہذیب کے خطوط پر چلایا اور اہل مغرب کے خوب و ناخوب کے پیمانوں کو سامنے رکھ کر ترکی کی تعمیر نو کا آغاز کیا، اس طرح ترکی کی تعمیر کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھی گئی، اس لئے یہ عمارت جتنی اونچی ہوتی گئی، اس کی کجی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کمال پاشا بے شک ایک آزمودہ کار فوجی جنرل تھا، مگر وہ کوئی مذہبی عالم اور دینی مفکر نہ تھا، لیکن طاقت ہاتھ میں آتے ہی وہ اس زعم میں مبتلا ہو گیا کہ ترکی کی حکومت کے معاشی، صنعتی اور تجارتی شعبوں کی اصلاح و ترقی کا میں جس طرح استحقاق رکھتا ہوں اسی طرح دین میں تجدید و اصلاح بھی میرے فرائض منصبی میں داخل ہے، چنانچہ اس "مجدد" کے ہاتھوں دینی اقدار کی جو ترکی میں درگت بنی ہے اس دردناک [illegible] نہیں ہو سکتا، جوتہ کا تسمہ ٹوٹ جاتا ہے تو طبیعت مکدر ہو جاتی ہے، دینی قدروں کی پامالی پر ایک مسلمان [illegible] سکتا ہے، ممکن ہے کہ کسی جبر اور دباؤ کے سبب وہ اپنے غم کا اظہار کھل کر نہ کر سکے لیکن اس کا دل تو اندر [illegible] لہو ہوتا رہے گا! اگر دل میں منکرات کو دیکھ کر، اُس سے نفرت

اور بیزاری کا احساس بھی جاتا رہے ——— تو پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ ایمان دق کے آخری درجہ میں ہے۔

تجدد اور مغرب زدگی کی یہ "لے" یہاں تک جا پہونچی کہ عربی زبان میں اذان دینا جرم قرار دیا گیا، استنبول کی سب سے خوب صورت مسجد میوزیم بنا دی گئی اور عربی رسم الخط کو رومن کیریکٹر سے بدل کر، قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے اسلامی علوم سے رشتہ منقطع کر دیا گیا! ترکی کے عیش پسند اور بدنام سلاطین اور ناپسندیدہ سیاست والوں سے ترکی کو وہ نقصان نہیں پہنچا جو نقصان اس "انقلابی مجدد و مصلح" (؟) کے ہاتھوں پہنچا۔

مصطفےٰ کمال اتاترک حرب و ضرب کی تاریخ کا بے شک ہیرو ہے، مگر اسلامی تاریخ کا ہیرو نہیں ہے، اسلامی تاریخ کی ناموری (HEROE SHIP) حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ جیسی مقدس اور صاحب فراست شخصیتوں کو زیب دیتی ہے جنھوں نے دنیا کو بھی پوری طرح برتا اور دین کے تقاضوں کو بھی پورا کیا، دنیا کی ترقی جب دین پر غالب آجاتی بس اُسی جگہ سے بگاڑ شروع ہوجاتا ہے، دین گنوا کر، اگر دنیا ہاتھ آئے، تو ع

ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

جہاں کہیں بھی اتاترک کمال پاشا کے "تجدد" کو نمونہ بنا کر ترقی و اصلاح کی کوششیں کی جائیں گی، وہاں لازمی طور پر اخلاقی فساد پیدا ہوگا اور دین کی روح مضمحل ہوجائے گی!

ہم نے جو کچھ اوپر عرض کیا ہے اُس میں کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا اور نہ کوئی بات خلافِ واقعہ کہی ہے ہم نے انہی واقعات کو دُہرایا ہے، جو مستند ہیں اور مشہورِ عوام ہیں اور جن کی اتاترک کے کسی عقیدت مند نے یا اُس کے جانشینوں نے کبھی تردید نہیں کی! تاریخ کے واقعات اس لئے دہرائے جاتے ہیں کہ لوگوں کو عبرت ہو!

تاریخ کی شخصیتوں کے بارے میں "خذ ما صفا، دع ما کدر" پر عمل ہونا چاہیئے، مثلاً اتاترک مصطفےٰ کمال سے فوجی اسپرٹ اور جرأت و بے باکی کی خوبیاں اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ بہادر ایسے عالم میں بھی جب اس کے آس پاس میدانِ جنگ میں گولے برس رہے تھے ہراساں نہیں ہوا؟ زندگی کے اس روشن پہلو کے علاوہ جو دوسرے دُھندلے پہلو ہیں، اُن کا ہمیں کوئی نقش قبول نہیں کرنا چاہیئے کہ ایسے معاملات میں "دع ما کدر" کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، جس طرح شہد کی مکھی ان پھولوں کا رس چوستی ہے، جن میں کسی قسم کا فاسدہ مادہ نہیں ہوتا، اسی طرح ہمیں بھی شخصیتوں کے زہریلے عناصر کو چھوڑ کر، اُن کے مفید اجزا سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

افادۂ عام کی خاطر شخصیتوں پر اس قسم کی اخلاقی گرفت کی نوبت آتی ہے، اس نقد و احتساب سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم اپنی ذات کو مقدس و محترم سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس فریبِ نفس سے ہر کسی کو محفوظ رکھے، ہمارے اندر خود بہت سی اخلاقی کمزوریاں موجود ہیں، ہم اُن کی کوئی مدافعت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ فضل ہے کہ ہم نے اپنی کسی کمزوری کو جائز و مباح یا ناگزیر ثابت کرنے کے لئے نہ تو کوئی دلیل گھڑی اور نہ کوئی تاویل تراشی! اور اس تصور سے تو ہم اللہ تعالیٰ کی ہزار بار پناہ مانگتے ہیں کہ ہم جس بُرائی میں مُبتلا ہیں، اُس بُرائی میں دوسروں کو ملوث دیکھنے کی ہم تمنا کریں! یہ قومی گناہ ہم سے انشاء اللہ العزیز سرزد نہیں ہو سکتا، ہمارے اختلاف کا یہی تو مرکزی نقطہ ہے کہ وہ شخصیتیں جن کی زندگی اپنے بلند منصب و اعزاز کے [illegible] لاکھوں انسانوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے، اُن سے اسلامی اخلاق کے تقاضوں کو پورا کرنے کی زیادہ سے زیادہ توقع رکھتے ہیں، اور اس کی بھی کہ وہ بہ تقاضائے بشریت اگر کسی اخلاقی

کمزوری میں مبتلا ہیں، تو اُسے قومی مزاج نہ بننے دیں۔

گزارش و مشورت

ہم نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ طاقت کا نشہ بڑا خطرناک ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف کی ترشی اس نشہ کا توڑ کر سکتی ہے، جس کی مثالیں ہمیں خلفائے راشدین کی پاک زندگیوں میں نظر آتی ہیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دنیا اور دین کے تقاضوں کو صحیح تناسب کے ساتھ پہچانا، اور ان کو برت کر دکھا دیا، اپنے دور میں دُنیا کے بڑے پیمانے سے بڑھ کر کوئی فرمانروا، فاتح اور کشور کشا نہ تھا، خلافت راشدہ سوسائٹی کے لئے اللہ کی رحمت تھی، انسانی حقوق کی جیسی حفاظت اس دور میں ہوئی، پھر کسی دور میں عدل و انصاف رواداری اور امن پسندی کا یہ رنگ پیدا نہ ہو سکا، للہیت اور شورائیت جب غرض پرستی، بادشاہت اور آمریت سے بدلی، تو حکومت کے ڈسپلن سے لے کر معاشرے کی اخلاقی حالت تک ہر چیز غیر متوازن ہو گئی۔

خلفائے راشدین اسلامی حکومت کی سربراہی ملت اسلامیہ کے مفاد اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو عملاً نافذ کرنے کے لئے کرتے تھے انھوں نے اپنی ذات اور نفس کے لئے حکومت سے کسی قسم کا حظ حاصل نہیں کیا، یہ نفوس قدسیہ اپنے کو ملت اسلامیہ کا خدمت گذار سمجھتے تھے، رعایا اور راعی کے درمیان جو امتیاز و تفوق پایا جاتا ہے اور کہتری و برتری کی خلیج حائل ہوتی ہے، اس کا ان کے یہاں وجود نہیں ملتا، عدل و رواداری اور مساوات کا یہ عالم تھا کہ ایک بڑھیا عمر فاروق رضہ کو ٹوک سکتی تھی اور ایک اعرابی خلیفہ کا دامن پکڑ کر اپنا حق طلب کر سکتا تھا۔

بادشاہوں اور فرمانرواؤں کا یہ چلن رہا ہے کہ وہ اپنی ذات پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، مگر اس کے برخلاف خلفائے راشدین اپنی ذات پر کم سے کم خرچ کرتے تھے، اُنکے یہاں نہ درباداری تھی، نہ ندیم و مصاحب تھے، نہ کسی قسم کا طمطراق اور ٹھاٹ باٹ تھا، سادہ اور سچی زندگی، کوئی بناوٹ نہیں، نمود و نمائش نہیں، تبختر اور احساس برتری نہیں! تاریخ بتاتی ہے کہ ان سے بہتر فرمانروا کسی حکومت کو تاریخ کے کسی دور میں بھی میسر نہیں آسکے!

خلفائے راشدین، رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگیوں میں سب سے نمایاں چیز "تقویٰ" ہے، آخرت کی بازپرس کا وہ اس قدر شدید احساس رکھتے تھے، جیسے سچ مچ میزان قیامت اُن کے سامنے کھڑی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کی پیشی ہو رہی ہے، اس چیز نے اُن کے اندر [illegible] درجہ کی بے نفسی، اور خدا ترسی، للّٰہیت اور شان استغنا پیدا کر دی تھی، وہ اپنی ذات سے نیک تھے، اسی لئے نیکی پھیلانے کا [illegible] اندر پایا جاتا تھا، اُن کے دور حکومت میں کوئی ایسا شخص جو نماز کی پابندی نہ کرتا ہو، حکومت کا پیادہ اور چپراسی [illegible] بن سکتا تھا، انکے یہاں عزت کا معیار مال و دولت، خاندانی وجاہت اور جاہ و شوکت نہیں! تقویٰ اور پاکبازی تھی!

ملت اسلامیہ کے لئے حکومت و فرمانروائی کا نمونہ خلفائے راشدین کی ذات اور انکے طرز جہانبانی میں ہے، مسلمانوں کے جس ملک اور جس حکومت میں بھی اصلاح و انقلاب اور [illegible] ہوگا، اُس کے لئے خلافت راشدہ ہی نمونہ، معیار اور ماڈل قرار پائے گی، ہمیں کہیں سے کوئی [illegible] ضرورت نہیں ہے، ترقی و انقلاب اور تعمیر و اصلاح کی وہ کونسی خوبی ہے، جو ہمارے یہاں موجود [illegible] مقصد کے لئے طریق کار کے تجربے تو کئے جاسکتے ہیں اور زمانہ کے حالات اور تقاضوں کا اندازہ کرتے ہوئے طریق کار میں تبدیلیاں بھی ہو سکتی ہیں، مگر اصل مقصد میں رائی کی برابر بھی ترمیم

اور اضافہ نہیں کیا جاسکتا! اللہ اور رسول ؐ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے اور جن کو حرام ٹھیرایا ہے اُن کی حلت و حُرمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس میں ردوبدل نہیں ہوسکتا!

وہ لوگ اللہ اور رسول ؐ کے باغی، کتاب و سُنّت کے مخالف اور ایمان و اسلام کے دشمن ہیں، جو مُسلمان فرمانرواؤں کو ایسی ملحدانہ باتیں سُجھاتے ہیں کہ تم تو "مرکزِ ملت" ہو اور مرکزِ ملت کو دین میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے، جو کوئی ان دُشمنانِ اسلام کو منہ لگائے گا اور ان کی باتوں پر کان دھرے گا وہ لغزشوں سے بچ نہیں سکتا!

شہنشاہ اکبر، اتاترک کمال پاشا اور بورقیبہ جیسی شخصیتیں ملت کے لئے بُرے نمونے ہیں، اصلاح و ترقی اور تعمیر و احیاء میں ملت کے سامنے حضرت عمر ابن عبدالعزیز جیسی شخصیتیں رہنی چاہئیں کہ جنھوں نے نظامِ حکومت کی تطہیر کرکے نیکی پاکبازی اور امن و آشتی کی ایسی فضا پیدا کردی جسے دیکھ کر لوگ خوشی کے مارے پکار اُٹھے کہ دورِ فاروقی پھر سے واپس آگیا ہے

وہ حکومتیں جو لادینیت پر قائم ہیں ان کی ساری تگ و دو اور تمام جدوجہد کا موضوع صرف مادی ترقی ہوتی ہے، انہیں حلال و حرام اور جائز و ناجائز سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، شراب، قمار اور سٹہ کی آمدنی، یہاں تک کہ قحبہ خانوں سے حاصل کیا ہوا ٹیکس بھی اُن کے خزانوں میں داخل ہوتا ہے، اُن حکومتوں کے چلانے والے آخرت کے محاسبے سے نہ صرف یہ کہ غافل بلکہ بے خبر ہوتے ہیں یہ لوگ "رضاءِ الٰہی" کو کس طرح جان سکتے ہیں جب کہ یہ لفظ ہی انھوں نے کبھی نہیں سنا، خالص مادی اور جاہلی زندگی کھاؤ، پیو، عیش کرو مزے اڑاؤ اور مرجاؤ۔

جہاں کہیں بھی ان کافرانہ حکومتوں کو اصلاح و ترقی کا معیار قرار دے کر "تعمیرِ نو" کی جائے گی، وہاں کارخانوں اور فیکٹریوں کا تو ضرور اضافہ ہوجائے گا، بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کی سربفلک عمارتیں بھی کھڑی ہوجائیں گی، سڑکیں پل اور ہوائی اڈے بھی بن جائیں گے، یہ سب کچھ ہوگا، مگر اُس ترقی یافتہ ملک میں بے چارا اسلام مظلوم اور اجنبی بن کر رہ جائے گا!

ایک لادینی اور کافرانہ حکومت کا مقصود صرف "دُنیا" ہوتا ہے، اور اسلامی حکومت میں "دُنیا" اور "دین" دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور زندگی کی جدوجہد اور میدانِ عمل میں دین دُنیا کا مددگار اور دنیا دین کی معاون ثابت ہوتی ہے! لادینی حکومتوں میں یہ ہوتا ہے کہ چاہے وہاں کے عوام ہوں یا خواص سول (CIVIL) کے عمال ہوں یا فوج والے (MILITARY MEN) وہ اپنے فرائض متعلقہ کو بڑی محنت، تن دہی، خلوص اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے ہیں، مگر ساتھ ہی زنا، شراب، قمار، ناچ رنگ اور اس قسم کے تمام فواحش اور بدکاریوں سے وہ پورا پورا فائدہ اُٹھاتے ہیں انہیں ان مشاغل کی اخلاقی مضرتوں کا احساس تک نہیں ہوتا، ایسی حکومتوں میں مطربوں اور رقاصاؤں کی سرپرستی کی جاتی ہے، انہیں طرح طرح کے اعزاز و مناصب اور خطابات دیئے جاتے ہیں اور آرٹ سرکلوں اور کلامندروں میں لڑکیوں کو ناچ رنگ کی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ اسٹیج پر آکر ناچیں، تھرکیں، سینے اور کولھے مٹکائیں اور اپنے جسم کے اعضا کا لوچ دکھائیں!

مگر

یہی باتیں جو لادینی حکومت کا طرۂ امتیاز، ترقی کی نشانی اور [illegible] کا قابلِ فخر مظہر ہیں، اسلامی حکومت میں یہ فواحش اور اخلاقی جرم قرار پاتے ہیں! کتنا عظیم الشان فرق ہے لادینی حکومت اور اسلامی حکومت کے مزاج میں، زاویہ نگاہ میں اور

خوب وناخوب کے اندازوں میں اور پیمانوں میں! لادینی حکومت کے لئے جو چیز وجہ فخر ونازہے، اسلامی حکومت میں وہ اخلاقی جرم ہے!

جب ہم "حکومت" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے رہبانیت اور دنیا سے بے تعلق ہونے کی تو آپ ہی آپ نفی ہو جاتی ہے، حکومت تو دنیا کا کاروبار چلانے کے لئے ہی وجود میں آتی ہے، اسلامی حکومت میں لادینی حکومت کی طرح انجن، ریلیں، ہوائی جہاز اور کارخانے سب کچھ چلیں گے، سائنس اور صنعت کی ہر ترقی کے لئے حالات کو سازگار بنایا جائے گا مگر یہ سب ترقیاں اخلاقی حدود کے اندر ہوں گی، ان میں حرام وحلال کا امتیاز برتا جائے گا، مثلاً اسلامی حکومت میں سودی کاروبار کے لئے گنجائش پیدا نہیں ہو سکتی، اُس کے لئے دینی جائز معقول اور قابل عمل تدبیریں نکال جائیں گی کہ تجارت اور اقتصادیات کے امور میں رکاوٹ پیدا نہ ہو، آج کی دنیا دوسری برائیوں کی طرح سود کی لعنت میں بھی گرفتار ہے، اس لعنت سے بچنے کے لئے یقیناً مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا، مگر حق پسند دشواریوں سے گھبرایا نہیں کرتے، ہمت اور فراست وحکمت سے کام لیا جائے تو بنک کاری (BANKING) کے نظام کی بھی تطہیر ہو سکتی ہے، جدوجہد کا رُخ یہ ہونا چاہیے کہ قارونوں اور شائیلاکوں کی جگہ عثمان غنی رض اور عبدالرحمٰن رض بن عوف کا مزاج پیدا کرنا ہے!

اسلام کسی کی قصیدہ خوانی اور مدح ومنقبت کا محتاج اور آرزومند نہیں ہے، اسلام کا سچا ماننے والا وہ ہے جو اسلام کو اپنی زندگی پر اور اپنے اختیار واقتدار کے حدود میں قائم کرتا ہے! اگر نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ سے بے پرواہ ہو کر اور منکرات وفواحش میں مبتلا ہو کر، کوئی حکومت دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور حکومت بھی بن جائے، تو دینی نقطہ نگاہ سے یہ عروج نہیں زوال ہے۔

کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر
یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں

ملّتِ اسلامیہ کی حقیقی ترقی یہ ہے کہ دنیا کی کامرانیوں اور سربلندیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کے تقاضے بھی پورے ہوتے رہتے رہیں، دین ودنیا کے اس توازن میں اگر کمی آگئی، اور دین سے بے پروائی برتی گئی، تو خالص مادی ترقی دینی نقطہ نگاہ سے ہرگز قابل تحسین نہیں ہے۔

وہ مسلمان جن کے قبضہ واختیار میں کسی ملک کی زمام کار آتی ہے، قرآن پاک میں اُنکی یہ صفات (QUALIFICATIONS) بتائی گئی ہیں۔

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (سورہ الحج)

(وہ لوگ جن کو ہم زمین پر قدرت دیں، تو وہ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے منع کریں)

ہم اللہ تعالیٰ کے اس منشور کی پہلی شرط "اقامتِ صلوٰۃ" ہی کو لیتے ہیں، پاکستان بننے کے بعد سے لے کر اب تک حکومت کی طرف سے "اقامتِ صلوٰۃ" کے لئے کوئی کوشش کی گئی [illegible] جہاں تک نماز پڑھنے کا تعلق ہے، مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے انگریز نے کب روکا تھا، سوال تو اقامت [illegible]، یہ کہ حکومت کی طرف سے نماز قائم کرنے کے لئے اہتمام کیا جائے، اس حکم کی تعمیل سے ہر دور میں [illegible] لی ہے۔

ملتِ اسلامیہ کی تعمیر و ترقی اُنھی بنیادوں پر ہو سکتی ہے، جن کے واضح نشان عہدِ رسالت اور دورِ خلافت میں ملتے ہیں، ان خطوط سے ہٹ کر، تعمیر و ترقی اور اصلاح و انقلاب کا جو خاکہ بھی مرتب کیا جائے گا، اُس سے ملتِ اسلامیہ کو نقصان اور خسارے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا!

تخت و تاج الٹتے بدلتے رہتے ہیں، حکومتیں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں، موت ہر جان کے ساتھ لگی ہوئی ہے دنیا کی ناموری، شہرت، یہاں کے ٹھاٹ باٹ، لوگوں کی آؤ بھگت اور انکے آداب و کورنش ان میں سے کوئی چیز بھی آخرت میں کام آنے والی نہیں! آخرت میں انسان کے وہ اعمال کام آئیں گے، جن پر اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت اور خوشنودی و رضا کی چھاپ لگی ہوئی ہے —————— وہ چاہے عوام ہوں، یا خواص، رعایا ہو یا راعی، خاک نشین ہوں یا تخت نشین، جو کوئی اس حقیقت کو سمجھ لے گا، اُس کا وجود دنیا کے لیے خیر و سعادت کا سبب بن جائے گا، وہ اپنے گھر کا بندوبست ہو یا حکومت کا انتظام، اس مزاج و فکر کے انسان کے تمام منصوبوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید حاصل ہو گی، اللہم سب کو ان اعمال کے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے، جن کی بدولت ہمیں دنیا اور آخرت کی کامیابی اور فوز و فلاح نصیب ہو (آمین)

ماہر القادری

۲۷/۱/۶۱